عربی زبان کی اہمیت

محمد صغیر حسن معصومی

زبانِ عربی سامی زبانوں میں نہایت قدیم' اور عبرانی زبان کی طرح اپنے اندر بڑی وسعت رکھتی
، بلکہ عبرانی زبان تو صدیوں سے مردہ سمجھی جاتی رہی' عربی زبان تقریباً ہزاروں سال سے زندہ ہے'
تہ اس زبان کی شہرت اسلام کے ساتھ وابستہ رہی' اور عہد صحابہ سے لے کر صدیوں تک رودِ سندھ
ے ساحلِ اطلانتک تک اس کا راج رہا ۔ اسلام کے ساتھ جزیرۃ العرب سے یہ زبان شام' عراق'
سر اور شمالی افریقہ ہوتی ہوئی اقصائے مغرب اور اندلس اور پرتگال تک جا پہنچی' یورپ میں سندھ
ر ملتان تک اور پھر جزائر مالدیپ اور جنوبی ہند کے سواحل سے ہوتی ہوئی ملایا اور جزائر انڈونیشیا
ے پھیل گئی ۔ گو آج سواحل چین اور اسپین اور پرتگال میں عربی کا نام و نشان نہیں مگر عربوں کی
فت کے جابجا کھنڈرات اور اسلامی ثقافت کے آثار ان ممالک کے رہنے والوں کے عادات و اطوار
، باقی ہیں :

تلك آثارنا تدل علينا ؎ فانظروا بعدنا إلى الآثار

(یہ : یہ ہمارے نقوش ہیں جو ہمارا پتہ دیتے ہیں ؎ ہمارے بعد ہمارے نقوش کو دیکھو)

عربی زبان کی خوبیاں جو بھی رہی ہوں' اس میں کوئی شک نہیں کہ اس زبان کی اہمیت قرآن
ا کے نزول کے بعد ہی کچھ سمجھ میں آتی ہے ۔ اسلام کی تعلیمات کے لئے اس زبان کا انتخاب اس
ہ گیری کا کھلا ثبوت ہے' ایک عالم گیر مذہب کی تبلیغ ایک عالمگیر زبان ہی کے ذریعہ سے ہو سکتی
۔ ازل سے زبان عربی کی عالمگیریت مسلم ہو رہی تھی جس کا دنیا میں ظہور آج سے چودہ صدیوں پیشتر
ن حکیم کے نزول سے ہوا ۔

اسلام سے پیشتر لاکھوں پیغمبر مبعوث ہوئے ۔ آسمانی کتابیں نازل ہوئیں مگر ان کی زبانیں اور تعلیمات

ید خاص قوم و ملک تک محدود رہے ۔چین کی یہ حالت آج تک ہے کہ اس کی ثقافت دیوارِ چین سے
ر کر دنیا تک نہ پہنچ سکی ۔ ہندوستان کی مقدس کتاب ایسی زبان میں تھی جس کو برہمنوں کے سوا دوسرے
ب بولنے اور سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے ۔ اس لئے اس کی شرحیں سنسکرت کے سوا دوسری
بان میں لکھی گئیں ۔یونانیوں کا فلسفہ اور یونانی کلچر دونوں، اس میں شک نہیں کہ یونان سے نکل کر
ظم ایشیا اور براعظم افریقہ کے ساحل تک پھیل گئے ، مگر ان کی زبان کو فروغ حاصل نہ ہوا، رومیوں
یونانیوں کو زیر کیا تو براعظم یورپ پر تو چھائے رہے اور آج بھی وہاں ان کے روایات باقی ہیں، مگر
ظم ایشیا اور افریقہ سے ان کا بھی بالکلیہ استیصال ہوگیا ایرانیوں کو مانوی اور زرتشتی تہذیب و
افت پر ہزار افتخار ہو مگر یونانیوں اور رومیوں کے ہاتھوں ان کا کس بل نکل چکا تھا، اور عربوں کے
ے عجمی ہی کہلائے ۔کسریٰ کے دربار کا طنطنہ جو بھی رہا ہو، یہ حقیقت ہے کہ آج اس کے اوصاف و مدائح
یادہ تر عرب شعراء نابغہ، اعشیٰ، عدی بن زید ہی کے اشعار و قصائد میں محفوظ ہیں اور قدیم ایرانی
بان میں کوئی قابل اعتبار تذکرہ محفوظ نہیں ۔

رومیوں کی شکست کے ساتھ ساتھ شام، لبنان، فلسطین، مصر، لیبیا، تیونس، الجزائر اور
رب تک فتوحات کے ساتھ ساتھ زبان و تہذیب عربی ہوگئی اور آج تک یہی زبان قائم ہے گو کہ
ہ اسلامی تہذیب بظاہر یورپ کی تہذیب سے بڑی حد تک بدل چکی ہے مگر عوام اور کم تعلیمیافتہ
بقوں میں اب بھی اسلامی تہذیب و ثقافت طرۂ امتیاز ہے جس سے اہل اسلام اور غیر مسلموں میں
ریق کی جاسکتی ہے اور ایک دوسرے سے پہچانے جاسکتے ہیں ۔آج ممالک اسلامیہ میں تہذیب نو
ے گرویدہ عیسائیوں اور یہودیوں سے اتنے مشابہ ہیں کہ آسانی سے اُن کو ایک دوسرے سے جدا نہیں
جا سکتا ۔قومی وحدت کا یہ شیرازہ آج ایسا بکھرا ہے کہ خود اسلامی قدریں بیکار اور مہمل نظر آرہی ہیں اور
ن اقدار کے نیست و نابود ہو جانیکی وجہ سے سارے عالم کے اہل اسلام ثانوی حیثیت سے زیادہ
ر و قیمت نہیں رکھتے ۔کسی قوم کو اپنی خصوصیتیں اور اپنی روایات ہی اس کی شخصیت کی بقاء کی ضمانت
بار اٹھا سکتی ہیں ۔اگر یہ خصائص و روایات بھی مستعار ہوں تو پھر ظاہر ہے ایسی قوم کی حیات دوسروں
رہین منت ہو کر رہ جاتی ہے اور بظاہر اس کی بقاء کی کوئی سبیل نہیں معلوم ہوتی ۔ خدا ہی اس کا
حافظ و ناصر و نگہبان ہے ۔ بالفاظ دیگر اگر عربی بولنے والے عربی قومیت کے سہارے جینا چاہتے ہیں

[redacted]

تو اس قومیت کا اللہ ہی والی ہے اور ایسی قومیت زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتی کیونکہ زبان کسی قوم کی ترقی و فلاح میں ممد و معاون تو بن سکتی ہے مگر حیات پھونک نہیں سکتی اور نہ چراغ سحری جیسی حیات زندگی کو نشو و نما عطا کر سکتی ہے۔ بطور مثال آج انگریزی زبان سب سے زیادہ عالمگیر ہے اور انگریزی کا سرمایۂ ادب بھی مالا مال ہے۔ مگر تقریباً دو ہی صدیوں میں انگریز قوم کا زور ٹوٹ چکا ہے، اور جن کے قلمرو میں کبھی سورج ڈوبتا نہ تھا، آج ان کا آفتاب ڈوبتا نظر آتا ہے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی زبان انگریزی ہوتے ہوئے بھی ان کا اپنا وقار اور زور دنیا کی دوسری ترقی پذیر اقوام کے آگے گھٹتا ہی جا رہا ہے

غرض زبان خود کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ فکر اور اعلیٰ خیال کے اظہار سے زبان کی قیمت بڑھتی ہے۔ زبان عربی کی اہمیت ذاتی نہیں، اسلام سے پہلے اس زبان کو بولنے والے چند لاکھ نفوس سے زیادہ نہ تھے ان کی شاعری کا میدان بھی نہایت تنگ تھا، شعراء اور خطباء کے علاوہ زبان آوری کا دعویٰ کرنے والے شاذ و نادر ہی نظر آتے ہیں۔ اس زبان کے لکھنے پڑھنے کا رواج بھی بہت کم تھا، باوجودیکہ نصرانی اور یہود قبیلے صدیوں سے سرزمین عرب میں جابجا موجود تھے۔ انجیل و توریت کا کوئی ترجمہ عربی زبان میں نہیں ملتا، نہ ایسے ترجمے کی کبھی ضرورت سمجھی گئی۔ عام بول چال کے سوا اس زبان کا استعمال تحریری طور پر بہت ہی نادر تھا، معمولی خط و کتابت کے علاوہ کسی ادبی تحریر کا آج تک سراغ نہ مل سکا۔ اور اقوام عرب قرآن حکیم کے سوا کوئی اور اولین تحریری، علمی و ادبی نمونہ پیش نہیں کر سکیں

آج سے چودہ صدی پیشتر خاتم الرسل سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی الٰہی کے ذریعہ قرآن حکیم نازل ہوا اور اس کی اولین آیت پاک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ارشاد خداوندی ہوا: اقرأ باسم ربك الذی خلق ، خلق الانسان من علق ، اقرأ و ربك الاکرم ، الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیدا کرنے والے پروردگار کے نام سے پڑھئے جس نے قلم سے علم سکھایا اور انسان کو وہ سارا کچھ سکھایا جس کو وہ نہیں جانتا تھا

اس آیت پاک میں اولین حکم قرأت، پڑھنے کا نازل کیا گیا ہے اور علم کی ابتدا قلم یعنی زبان سے علوم کی ادائیگی اور آیات کے تعلق کے ساتھ کی گئی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی خالقیت اور ربوبیت کے ذکر کے ساتھ اپنے نام کا اکرام کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور چونکہ سارے عالم میں انسان ہی وہ مخلوق [illegible] علم و دولت سے نوازا گیا ہے۔ اس لئے اس عظیم المرتبت اور ساری مخلوقات پر

رتری جتانے والے انسان کی خلقت "پڑھنے کی چیز" کا اظہار قلم سے ہوتا ہے ۔اس لئے تعلیم بالقلم
کر سے اللہ باری تعالیٰ کی عظمت وبزرگی کا اعادہ کیا گیا ہے اور ساتھ ہی انسان کو علم کے زیور سے
ستہ کرکے اس کی اہمیت ووقار کا اظہار نہایت ہی اختصار کے ساتھ بڑی خوش اسلوبی سے کیا گیا ہے

اللہ بزرگ وبرتر نے قرآن پاک کے متعلق اتمام حجت کے لئے اس بات کا اعادہ بار بار کیا ہے کہ
ن کو اللہ تعالیٰ نے عربی زبان میں نازل کیا ہے ۔ ایسی کتاب لوگوں کو دی جس کی آیتیں الگ الگ
ی گئی ہیں ۔عربی زبان میں قرآن ایسی قوم کے لئے ہے جو جانتے ہیں (کتابٌ فُصِّلت اٰیٰتہٗ قراٰناً
بیاً لقوم یعلمون :حم السجدہ : ۳) ہم نے اس کتاب کو عربی قرآن بنایا تاکہ تم لوگ سمجھو (اِناجعلنٰہ
اِناعربیا لعلکم تعقلون ، زخرف : ۳ : یوسفؑ : ۲) کتاب ہدایت کو عربی قرآن بنایا جس میں
کجی نہیں ہے "تاکہ تم لوگ اللہ سے ڈرو ۔ (قراٰناعربیّاً غیرذی عوجٍ لعلکم تتّقون ، الزمر: ۲۸ ،
لف : ۲) یہ وحی ایسی زبان میں اتری جو عربی (ظاہر و باہر) ہے اور بیّن و واضح ہے (للسان عربی مبین

یہ آخری آیت درحقیقت واضح کر دیتی ہے کہ یہ آخری کتاب الٰہی عربی زبان میں اس لئے نازل کی گئی
ی زبان واضح صاف اور کھلی ہوئی ہے ۔ دوسری ساری زبانیں ایسی نہیں ہیں ۔نیز آیات مذکورہ
سے یہ ثابت ہے زبان عربی ہی ایسی زبان ہے جس میں کوئی کجی اور پیچ نہیں ۔ دوسرے الفاظ میں اگر
ی آیتیں کسی دوسری زبان میں ہوتیں تو اس میں پیچیدگی ہونے کی وجہ سے نہ صاف وظاہر ہوتیں اور
سہولت سمجھ ہی میں آتیں ۔یوں تو اسلام کی بعض تعلیمات کو تمام اگلے پیغمبروں نے کم و بیش اپنی اپنی
وں تک پہنچایا اور توحید ورسالت کے متعلق لوگوں کے لئے عقائد کی وضاحت کی، مگر پیغمبر
الزماں کے لئے اسلام کی عالمگیر تعلیمات کو کمال تک پہنچایا گیا ۔پھر ان عالمگیر و کامل ترین تعلیمات کے لئے
زبان کا انتخاب عمل میں آنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ زبان بڑی فضیلت رکھتی ہے اور دنیا
ی زبانوں پر فوقیت رکھتی ہے ۔

اسلام کو اپنا دین سمجھنے کے بعد عربی زبان کی اہمیت ہر طرح سے بڑھ جاتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا کلام عربی
ن میں ہے، حضور روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان عربی تھی، آپؐ کے اقوال مکرمہ اور آپؐ کے
ل مقدسہ کی وضاحت عربی زبان میں ہے اہل جنّت کی زبان عربی، اور موت کے بعد، لوگوں کی عام
عربی ہوگی جیساکہ قرآن پاک کی آیتیں اس بارے میں واضح طور پر صراحت کرتی ہیں ۔ پھر

عربی زبان سے محبت کیوں نہ کی جائے؟ اور اس کی عظمت و برتری مسلمانوں کے دلوں میں کیوں
ہو؟ ایک سچے مسلمان کی شناخت یہ ہے کہ دوسرے مسلمان کو دیکھتے ہی "السلام علیکم" کہے اور حال
کہنے سننے کے بعد "الحمدللہ" کہے، اور رخصت ہو تو بھی "السلام علیکم" کہے۔ غرض مسلمان کا
کلمیہ عربی ہے اور عربی جملے ہی سے اس کی گفتگو کا آغاز اور انتہا ہیں فالحمدللہ ثم الحمدللہ!
سامی زبانوں میں عبرانی اور عربی دونوں زبانیں نہایت قدیم ہیں۔ عبرانی تو مردہ ہو چکی، البتہ یہودیوں
سے نئی عبرانی کا نام سننے میں آرہا ہے ورنہ سنسکرت کی طرح صرف گنتی کے چند حلقوں میں پڑھی
می۔ انجیل توریت اور زبور تو صرف انگریزی یا اور کسی زبان میں ترجمے میں پڑھی جاتی ہیں کہ اصل عبرانی
انی مفقود ہے، اور آج اس کی اصل زبان کی تعیین بھی بہت مشکل ہے۔ بہرکیف، عبرانی میں بائیس
ف ہجا ہیں (ابجد ہوز حطی، کلمن، سعفص، قرشت) اور عربی زبان میں چھ حروف کا اضافہ ملتا ہے
ثخذ ضظغ)۔ پھر قدما نے عربی حروف ہجا کو نہایت عمدہ ترتیب بخشی۔ مماثل حروف کو یکجا کیا۔ صرف و
کے قواعد کے ساتھ ساتھ فصاحت و بلاغت کی تشریح و توضیح کی، معانی، بیان، حقیقت و مجاز،
عارہ، کنایہ، جناس، تشبیہ، فصل و وصل، لغات و امثال سب کی تدوین نہایت علمی طریقے سے
طور پر کی۔ ہجا، املا، رسم خط، حسن ادا، قرات، الفاظ کی صحت و تحسین غرض ہر فن کو مستقبل طور
رتب کیا۔ اور علمی تشریح و تدوین کے ساتھ بڑی ترقی دی۔

ان علوم کی تدوین کے ساتھ ساتھ وحی الٰہی کی تحلیل و تجزیہ میں غور و خوض کرنے لگے۔ نزول آیات
بیان ہین کے ساتھ اوقات نزول، مقام نزول، اور ان مواقع سے بھی معرفت حاصل کی جب یہ
یں نازل ہوئیں۔ پھر الفاظ کے معانی اور مفہوم کی تشریح کی طرف توجہ کی۔ اس طرح واقعات و
ایات، نیز احکام و شرائع کی تفصیل کی تدوین کی ضرورت پیش آئی۔ پھر راویوں کے حالات و اخلاق،
کے ناموں اور شخصی حالات، مختلف صحابہ کی زندگی کے تفصیلات و تشریحات بذاتہا خود علوم
شکل اختیار کرنے لگے، اور دیکھتے دیکھتے علم الحدیث، علم التفسیر، علم الرجال، علم الفقہ، اصول حدیث،
ول تفسیر، اصول فقہ، اصول روایت و درایت، علم اللغۃ، علم اشتقاق اللغۃ، علم التاریخ وغیرہ
رے علوم آہستہ آہستہ مدون ہو گئے۔ پھر اجنبی اقوام سے ملنے کے بعد ان کے افکار و علوم کا اثر
طرح عام ہونے لگا کہ دوسری اقوام کے علوم کی تحصیل کے بعد ان کی تشریح و تفصیل اسلامی طرز

ے، اور عربی زبان کو دو تین صدیوں کے اندر ایسی ثقافتی اور علمی زبان بنا دیا کہ دوسری اقوام
وت رہ گئیں ۔ دیکھتے دیکھتے یہود و نصاریٰ، ایرانی، مصری اور ترکی و ہندی سب کے سب زبان
نی علمی جولانی دکھانے لگے ۔ یونانی فلسفہ، سائنس، طب و جراحت اور سارے علوم عربی میں منتقل
او ربقراط ، فیثا غورس، افلاطون، ارسطو، جالینوس اور بطلیموس وغیرہ کے بعض رسائل آج صرف
یں باقی رہ گئے ہیں اور اصل یونانی نصوص امتداد زمانہ کی نذر ہو گئے ۔ یونانیوں کا علمی سرمایہ
اور انطاکیہ کے راستہ سے عربی میں منتقل ہو گیا اور پھر صیقلہ، اطالیہ، تھریس اور اسپین کے ذریعہ
رمایہ دوبارہ یونان اور ممالک یورپ میں جا پہنچا، اور اس طرح یورپ میں ذہنی انقلاب رونما ہوا
روح اور حواشی نے اہل یورپ کے ذہنی قوی کو زندگی عطا کی، اور دیکھتے دیکھتے علوم و سائنس کا فروغ
وز بڑھتا گیا ۔

ن صداقت پسند یورپین محققین کا بیان ہے: ”اسلام نے حقیقت میں یورپ کے اقوام کی بربریت
نمیری، اور آج کی مغربی تہذیب و ثقافت سے بدل دیا ۔ یورپین اقوام صحت و صفائی کا بالکل خیال
ے تھے، جسمانی گندگی کے ساتھ ذہنی کثافت بھی رکھتے تھے ۔ اندھیرے غاروں میں رہتے تھے، ساگ
رح طرح کے بیج، درختوں کی چھال، پودوں کی جڑیں ابال کر کھاتے تھے، جانوروں کی پوستینیں، غیر
سدہ کھالیں، اپنے لباس کے لئے استعمال کرتے تھے اور دنیا بھر کے افسانوں اور خرافات پر ایمان
۔ جب جنوب مغرب سے اسلام کی روشنی پہنچی تو یہ بالکل بدل گئے (Draper : Intellectual
Development of Eu ۔ زراعت، کھیتی باڑی، معاشرتی رفاہ عام کے کام، اقتصادی اصول، فنون
ے، تفریحی زندگی کے طور طریقے سب کچھ انہوں نے مسلمانوں سے سیکھے ۔ یورپ کا مورخ لکھتا ہے: پیرا ون
ین میں ایشیا کی ساری لطافتیں اور عیش و عشرت کے سامان لائے اور کوئی قوم زیب و زینت ،
نوں کی آرائش میں اندلسی عرب سے کبھی آگے بڑھ نہیں سکتی ۔“

ربی زبانوں میں آج بھی عربی الفاظ اس طرح مستعمل ہیں کہ ان کی عربیت صاف طور پر نمایاں ہے :
ے ایڈمیرل (ADMIRAL)، امیر الامراء کی لاطینی شکل (AMMIRATUS AMMIRATORUM)
ن سے محلات کی تزئین کے لئے لفظ عربسک ARABESQUE وغیرہ بے شمار شہادتیں موجود ہیں ۔
سیوں، انگریزوں اور دوسرے یورپین اقوام سے پیشتر عربی بولنے والے قدیم قبائل کی جنوبی امریکا کے

دشوار گذار علاقوں میں موجودگی اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ امریکہ کی دریافت میں کس کو اوّلیت حاصل رہی ہے؟

اٹھارہویں صدی کے اواخر تک ممالک یورپ خصوصاً جرمنی کی یونیورسٹیوں میں الشیخ الرئیس ابن سینا اور ابوبکر رازی کی کتابیں تجربی اور طبی علوم میں داخلِ درس رہیں، اور انہیں اسلامی تجربی معلومات کی بنا پر جرمن سائنس دان دنیا بھر میں شہرت کے میدان میں سب سے پیش پیش رہے۔

مسلمانوں کے تجربی علوم کے مطالعے سے متاثر ہو کر مستشرقین کو اپنے دینی عقائد و رسوم مضحکہ خیز معلوم ہونے لگے، اور انہیں ان کی معقول تاویلات بیان کرنے کی ضرورت پڑی، اپنی دینی تعلیمات کے تحفظ کے لئے انہوں نے علوم اسلامیہ پر اس طرح تبصرہ کرنا شروع کیا کہ ان کی معقولیت میں شک وشبہ پیدا ہو، تاکہ غیر مسلم نوجوان طلبا میں اسلام کی خوبیوں کا اثر نہ ہونے پائے۔ گولڈ زیہر، نولڈیکے، ہورگرونیے وغیرہ نے قرآنی نصوص کو غیر مربوط مضامین کے لحاظ سے غیر منظم اور مکررات سے پر قرار دیا۔ حدیثوں کو غیر معتبر اور وضع و انتساب کا نتیجہ قرار دیا۔ اسپرنگر، ولیم میور، مارگولیتھ، برگسترلیسر وغیرہ نے سیرت رسول پر کتابیں لکھیں جن میں شق صدر، وحی، معراج وغیرہ کی عقلی توجیہ پیش کی۔ اور قرآنی آیات کو یہود، نصاریٰ اور صابئین سے اخذ کئے ہوئے معلومات کا مجموعہ قرار دیا، ہالینڈ کی حکومت نے یورپین مستشرقین کے لکھے ہوئے مقالات کا مجموعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ انسائکلوپیڈیا آف اسلام، کے نام سے چار ضخیم جلدوں میں شایع کیا، جس میں بعض غیر اہم تاریخی وسوانح حیات کے سوا سارے فقہی، دینی اور عقاید سے تعلق رکھنے والے مضامین عیسائی اور یہودی مستشرقین کے لکھے ہوئے ہیں پروفیسر گب کی سرکردگی میں حال ہی میں اس انسائکلوپیڈیا کی تلخیص ایک جلد میں شائع کی گئی ہے جس میں صرف دینی تعلیمات اسلام اور مختلف اسلامی فرقوں پر مقالات شائع کئے گئے ہیں جو اکثر وبیشتر غیر مسلم مستشرقین کی تحریر کردہ ہیں اور جن میں سابق انسائکلوپیڈیا کے متعلقہ مقالات تصحیح و ترمیم کے بعد شائع کئے گئے ہیں، بعض اسلامی ممالک کی یونیورسٹیوں میں انگریزی زبان تعلیم ہونے کی وجہ سے اسلامی علوم و روایات اور ثقافت و تاریخ کی تعلیم انہیں مستشرقین کی لکھی ہوئی کتابوں کے ذریعہ ہو رہی ہے. جس سے ناپختہ کار، اور ناآزمودہ و نوآموز نوجوانانِ اسلام میں اسلامی قوانین و تعلیمات کے خلاف جذبات نشو و نما پارہے ہیں ؎

اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم ایک سازش ہے فقط دین و مروّت کے خلاف (اقبالؔ)

آج پیروانِ اسلام کو اگر کچھ بھی اس بات کا احساس ہے کہ یہ ہمارا دینی فریضہ ہے کہ اسلام کی صحیح تعلیمات کو محفوظ رکھیں، اور صحیح اسلامی احکام و روایات لوگوں تک پہنچائیں، اور اپنے نوجوانوں کو جادۂ مستقیم سے

نہ جانے دیں، تو صرف یہی ایک طریقہ ہے کہ زبان عربی یعنی قرآن حکیم کی زبان کو خود سمجھیں اور اپنے اباؤاجداد بزرگانِ دین واسلاف کے کارناموں کو زندہ کریں۔ ان کی تعلیم واشاعت عام کریں اور دشمنانِ اسلام کی تخریبی اعی کو کامیاب نہ ہونے دیں۔

بیسویں صدی کے آغاز سے مسلمان مفکرین اہل اسلام کے زوال کے اسباب پر خامہ فرسائی کر رہے ہیں مگر ن قلمی نوحہ خوانی سے قوم وملت اور ملک وحکومت کا تحفظ نہیں ہوسکتا۔ زبانی نعلی ولفاظی قوموں مقدیریں نہیں بناتیں! قومی اور ملی تحفظ کے لئے تو کردار واخلاق کی درستگی اوّلین شرط ہے۔ مغربی ثقافت کی یداور غیر ملکی امداد کے وسیلے سے ایک قوم ایک حد تک ترقی کرسکتی ہے مگر یہ ترقی درحقیقت ان اقوام کی جن کے اتباع میں ہم سرشار ہورہے ہیں ؎

زندہ کرسکتی ہے ایران وعرب کو کیونکر
یہ فرنگی مدنیت کہ جو ہے خود لبِ گور

ہماری ترقی اور خوش حالی تو اسی وقت سمجھی جائے گی جب کہ ہم تقلید کرنے کی جگہ دوسروں کے مقتدا اور امام جائیں اور اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کریں۔ آج ہمیں اس کے سوا کوئی سرا طریقِ کار نظر نہیں آتا کہ قرآن حکیم کو اپنا لائحۂ عمل بنائیں۔ اور اس کی زبان کو اپنائیں، اور اس کے ئے ہوئے اصولوں کی قیادت میں قوائے عالم کو تسخیر کریں۔ اگر ہماری نیت صاف وخالص ہے تو کیا عجب ایک بار پھر قرآن پاک کی زبان عالمگیر قوم کی عالمگیر زبان بن جائے اور چار دانگِ عالم میں زبانِ عربی ہی تمدن ن، ثقافت وسیادت اور کامرانی وکامیابی کی زبان بن جائے۔ اس طرح اگر ہم اپنے اذعان ویقین کو دوبارہ م بنالیں تو پھر علوم وفنون کی تسخیر ہمارا مطمحِ نظر ہو، اور کوشش واجتہاد اپنا دین وایمان، اور صرف اپنے ن وایمان ہی کو نہ بچالیں بلکہ تکمیلِ دین بھی ہوجائے اور اتمامِ نعمت بھی۔ علامہ اقبال مرحوم نے حالات کا ح جائزہ لیا تھا، فرماتے ہیں ؎

قوتِ افرنگ از علم وفن است — از ہمیں آتش چراغش روشن است
حکمت از قطع وبرید جامہ نیست — مانعِ علم وہنر عمامہ نیست

یورپ کی قوت علم وفن سے ہے، اسی آگ سے اس کا چراغ روشن ہے۔ کپڑے کے قطع وبرید کو حکمت نہیں کہتے لم وہنر سے مانع عمامہ نہیں ہے)۔

(باقی ص۲۶۵ پر)